

جناب مفتی مختار اللہ جمالی گریجویٹ حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بحث و نظر
سلسلہ نمبر 2

اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کی تحقیق (آخری قسط)

بلاد بعید و قریب میں فرق : ما قبل تحقیق سے اگرچہ یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں۔ چاہے بلد تین (دو شہروں) کے درمیان مسافت قریب ہو یا بعید، مگر ثبوت حکم کے لحاظ سے ان دونوں میں فرق ضرور ہے۔ وہ یہ کہ بلاد قریبہ کی رویت کا حکم، قریب کے شہروں میں نفس رویت کے ثبوت سے نافذ ہوگا۔ اسکے ساتھ دوسرا کوئی طریقہ ثبوت ضروری نہیں۔ مگر دور دراز کے ممالک جتنے مابین اتنی مسافت ہو جتنے مابین مطالع مختلف ہوں، اسمیں حکم رویت کے ثبوت کیلئے نفس رویت کے علاوہ شرعی طریقہ کے ساتھ اس اطلاع کا پہنچانا بھی ضروری ہے۔ نفس اطلاع کہ فلاں ملک میں چاند دیکھا گیا ہے سے روزہ یا عید کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ ثبوت حکم کیلئے طرق شرعی مختلف اقسام میں سے کسی ایک قسم کا ہونا ضروری ہے جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱) شہادۃ الرویت : اس کا مطلب یہ ہے کہ جن گواہوں نے چاند بذات خود دیکھا ہے وہ خود اگر گواہی دیں کہ ہم نے فلاں شہر میں فلاں وقت پر چاند کی رویت کی ہے۔ اس شہادت پر اگر قاضی یا شہر کا معتمد عالم دین روزہ یا عید کا حکم صادر کرے تو پھر اس صورت میں دور دراز شہر کی رویت معتبر ہوگی۔

(۲) شہادۃ علی الشہادۃ : اس کا مطلب یہ ہے کہ گواہ اگر قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر میں فلاں آدمیوں نے چاند کی رویت کی ہے اور انہوں نے ہمیں اپنی رویت پر گواہ بنایا ہے کہ ہم نے فلاں فلاں مقام پر فلاں وقت کو اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔ (حدیث ابن ماجہ ۵۰۰/۵)

مگر یاد رہے اس میں یہ ضروری ہے کہ اصل گواہوں میں سے ہر ایک اپنی شہادۃ پر دو آدمیوں کو گواہ بنائے۔ تب چاند کی رویت کو ثبوت کا حکم دیا جائے گا ورنہ شہادۃ مقبول نہ ہوگی۔ چنانچہ علامہ

کاسانی "فرماتے ہیں: "انہا لاتقبل مالہم یشہد علی شہادۃ رجل واحد رجلان و رجل وامرأتان" ترجمہ: (اور یہ شہادۃ قبول نہیں کی جائیگی جب تک ایک مرد اپنی گواہی پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ نہ بنائے)۔ (بدائع الصنائع: ۲/۸۱)

(۳)۔ شہادۃ علی القضاء: اسکی دو صورتیں ہیں: (الف)۔ ایک صورت کتاب القاضی الی القاضی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شہر میں چاند کی رویت کی گئی ہو وہاں کے رویت کرنے (چاند دیکھنے والے) گواہ اس علاقے کے قاضی یا علماء کمیٹی کے سامنے جب اپنی عینی شہادت پیش کریں کہ ہم نے بذات خود فلاں وقت چاند کی رویت کی ہے اس کے بعد جب علماء کمیٹی یا قاضی اس شہادت کو قبول کر کے اس کے مطابق روزہ یا عید کا حکم صادر فرمائے تو یہ قاضی اپنے اس فیصلہ کو ایک کاغذ پر تفصیلاً تحریر کر کے دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر گواہ اس خط کو لیکر بعید علاقے کی علماء کمیٹی یا قاضی کو پیش کر کے اس پر گواہی دیں کہ فلاں قاضی نے یا علماء کمیٹی نے دو یا زائد آدمیوں کی رویت پر روزے یا عید کا فیصلہ دیا ہے اور ہمیں یہ لکھ کر دیا جو پیش خدمت ہے۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ (رد المحتار ۵/۳۵۳۳۲) (ب)۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گواہ دور علاقے کے قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر میں فلاں قاضی کے سامنے فلاں رات کے چاند کی رویت پر دو گواہوں نے گواہی دی اور قاضی نے اس کو قبول کر کے اسکے مطابق فیصلہ صادر فرمایا تو اس قاضی کیلئے بھی جائز ہے کہ یہ بھی ان گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کر دے اور روزے یا عید کا حکم صادر کرے اس لیے کہ قضاء قاضی حجت ہے جس پر ان گواہوں نے گواہی دی۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۲/۳۹۰)

(۴)۔ استفاضہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ رویت کی خبر اتنے لوگ روایت کریں کہ قاضی یا علماء کمیٹی کو چاند کی رویت پر یقین قلبی حاصل ہو جائے کہ فلاں شہر میں فلاں قاضی کے سامنے چاند کی رویت پر گواہ پیش ہوئے اور اس نے اس پر فیصلہ دیا ہے تو اس صورت میں علامہ حلوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة" (نہ المأثور ۲/۲۷۰) ترجمہ: صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا یہی مذہب ہے کہ خبر جب استفاضہ کے درجہ میں آجائے اور متحقق ہو جائے تو اسکے

ذریعہ دوسرے شہروں کے لوگوں پر بھی حکم لازم ہو جائے گا بشرطیکہ اس خبر کی بنیاد استفاضہ کی شہر پر ہو۔
صحیح اور درست ہے۔ علامہ مصحفی فرماتے ہیں: "نعم لو استفاض الخبر في البلدة الاخرى
لزمهم على الصحيح من المذهب" ترجمہ: ہاں اگرچاند کی روایت کی خبر دوسرے شہر میں پھیل
جائے تو صحیح مذہب مطابق ان لوگوں پر بھی یہی حکم لازم ہے (صدر المجتہد علی درر المختار ۲/۳۹۰)

تنبیہ: استفاضہ سے مراد صرف کسی نس اطلاع کی شہرت نہیں بلکہ علامہ رحمہ فرماتے ہیں:

"معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبر
عن أهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لأمجد الشيوخ من غير مستلم بمن
أشاعه كما قد تشيع أخبار يتحدث بها سائر أهل البلدة ولا يعلم من أشاعها"
(المختار ۲/۳۹۰) ترجمہ: استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد دوفود (قافلے) آئیں اور ہر ایک یہ
اطلاع دے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے روزہ رکھا ہے یا روزہ رکھیں گے مگر صرف نفس شہرت پر
عمل نہ کیا جائے۔ جب تک اس بات کا علم نہ ہو کہ اس خبر کو کس نے مشہور کیا ہے اس لیے کہ بہت
سارے اخبار اس طرح مشہور ہوئے کہ ہر شہری وہی کہتا تھا مگر مشہور کرنے والا معلوم نہ تھا۔ اس
لئے زمانہ حال میں مفتی، قاضی یا علماء کمیٹی کے پاس جب کسی شہر کی روایت کی خبر مستفیض ہو جائے تو
علماء یا قاضی اسی شہر کے معتمد شخص سے فون پر رابطہ کر کے اس سے حقیقت حال معلوم کرے۔

استفاضہ کیلئے تجدید: اس شہرت کی کوئی تعداد شرعاً مقرر نہیں بلکہ جتنی تعداد سے قاضی یا
کمیٹی کو اطمینان قلبی حاصل ہو جائے گویا کہ یہ قاضی کے صولبید پر مبنی ہے اس لئے امام محمد فرماتے

ہیں: "عن محمد ان يفوز مقدار القلة والكثرة الى رائى الامام وهو الصحيح"
(مجمع الاثر ۱/۲۲۷) (ترجمہ: امام محمد سے مروی ہے کہ قلت اور کثرت کی تعداد کا فیصلہ امام یا قاضی
کی صولبید پر موقوف ہے اور یہی صحیح ہے۔ بلکہ علامہ عبدالحی الکھنوی فرماتے ہیں: "المجمع

الذى يحصل بخيرهم غلبة الظن وهو مفوض الى رأى الامام من غير تقدير
عدد وهو الصحيح" (عمدة الراية حاشیہ شرح وقایہ ۱/۲۳۶) (ترجمہ: وہ جماعت جنکی اطلاع (خبر)
سے غالب گمان حاصل ہوتا ہے (قاضی) حاکم کی صولبید پر مبنی ہے اس کیلئے کوئی خاص تعداد

مقرر نہیں اور یہی صحیح ہے۔ بلکہ اتنا ضرور ہے کہ خبر دینے والوں کی تعداد دو سے کم نہ ہو اگر دو سے کم ہو تو خبر مستفیض نہ ہوگی۔ اس لیے علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

"مالہ طرق محصورة بالكثر من اثنين وهو المشهور عند المحدثين سمى بذلك لوضوحه وهو المستفيض على رأى جماعة من ائمة الفقهاء" (شرح الباب ۱۲ ص ۱۲)

ترجمہ : جس کیلئے محدود طرق ہوں لیکن دو سے زائد ہوں اس وضاحت کی بناء پر محدثین کے ہاں مشہورہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور فقہاء کی ایک جماعت اس کو مستفیض کہتی ہے۔ یکن روزہ اور عیدین کے مسئلہ میں احتیاطاً نہ مد نظر رکھ کر علامہ رحمہؒ کی بیان کردہ تعریف پر عمل لیا جائے کہ پانچ چھ گروہ اس خبر کی اطلاع دیں۔ تب قاضی یا کمیٹی کو خوب تحقیق کے بعد جب قلبی تسکین حاصل ہو جائے تو فیصلہ صادر کرے لہذا جب ان چار صورتوں میں سے ایک کے ذریعہ روایت ہلال کی خبر در دراز علاقوں میں پہنچ جائے تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہاں کا قاضی یا مفتی بغیر روایت کے روزے و عید کا حکم دے ان کے لیے بذات خود چاند کی روایت کرنا ضروری نہیں اور اگر ان صورتوں کے بغیر اطلاع آجائے تو جن شہروں کے مابین مسافت بعید ہو کہ ان میں اختلاف مطالع ممکن ہو قابل قبول نہیں اس اطلاع سے روزے یا عید کا فیصلہ کرنا ناقابل عمل ہوگا۔

جدید ذرائع ابلاغ سے روایت کی خبر : جدید ذرائع ابلاغ میں ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعے اگر باقاعدہ طور پر حاکم، قاضی یا اس کا کوئی نمائندہ تفصیل کے ساتھ فیصلہ سنائے جس میں کوئی ایہام نہ ہو تو یہ خبر مستفیض کے حکم میں ہے۔ قریب شہروں کیلئے نفس فیصلہ کافی ہے البتہ بعید ممالک و شہروں کیلئے یہ اعلان موجب حکم نہیں لیکن اگر اس شہر یا ملک کے حاکم یا کمیٹی کو اطمینان ہو جائے تو اس کو مد نظر رکھ کر فیصلہ اسی خبر مستفیض کو بیاہنا کر سکتے ہیں ورنہ اگر اہتمام نہ ہو تو محض خبر نشر ہونے کو افطار و روزہ رکھنے کیلئے فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

فیکس کے ذریعہ اطلاع : فیکس، ہار، وائر لیس، موبائل فون، ای میل، انٹرنیٹ اور ٹیلیفون کے ذریعہ اگر اطلاع موصول ہو جائے تو یہ اطلاع ان چار اقسام میں کسی کے اندر داخل نہیں اس لیے فقہاء کرام نے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔ چنانچہ مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ فرماتے ہیں :

قاعدہ شرعیہ کے مطابق تار کا اعتبار اور اسپر اعتبار کر کے روزہ اور عید جائز نہیں (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳/۳۱) اسی طرح مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں۔ وائریس یعنی لاسکلی پیغام اور ٹیلی گراف (تار) کی خبروں کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ میں کسی حال میں کوئی اعتبار نہیں۔ نہ شہادت کے درجہ میں آسکتے ہیں نہ خبر شرعی کے اور نہ ہلال رمضان ان سے ثابت ہو سکتا ہے اور نہ عیدین۔ (بامداد المفتین الشہریتوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۶۱) تاہم اگر فیکس کی اطلاع قاضی کے خاص پیڈ پر ہو اور اس اطلاع پر قاضی کے دستخط اور مخصوص مهر نصب ہو جو کما استعمال قاضی کے عادیہ دوسروں کیلئے ممتنع ہو اور وہ اطمینان قلبی کا باعث بن جائے تو خوب تحقیق اور غور و خوض کے بعد ممکن ہے کہ فیصلہ کیلئے دلیل بن جائے۔

فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے اطلاع : فون اور انٹرنیٹ (ای میل) چونکہ خط کے مثل ہے اور الخط یشبہ الخط کی وجہ سے ناقابل احتجاج ہے اس کے ذریعے اطلاع پر عمل یا اس کو فیصلہ کی بنیاد بنانا درست نہیں تاہم اگر فون پر آواز (بات کرنے والے) کو پہچانا جائے اور آدمی بھی ثقہ ہو تو قریبی شہروں کے لئے قابل عمل ہو سکتا ہے جبکہ بعید شہروں کے چند ثقہ اشخاص جن میں اور جنگی اطلاع میں یہ شرائط پائی جائیں تو قابل فیصلہ ہو سکتی ہے۔ فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ نے بھی علماء کا متفقہ فیصلہ اس بارے میں نقل کیا ہے۔ (۲)۔ ریڈیو، ٹیلیفون، تار برقی، خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صوت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب وعدالتہ اور ریڈیو ٹیلیفون (بشرط معرفۃ صاحب الصوت وعدالتہ) درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے۔ شہادت میں نہیں ہوں گے۔ (حسن الفتاویٰ ۳/۳۸۰)

ابن عابدینؒ کی تفریق : احناف کا ظاہر مذہب اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے چاہے رمضان کے لیے رویت یا شوال و عید الاضحیٰ کیلئے ہو لیکن علامہ ابن عابدینؒ نے ان دونوں میں تفریق کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمہم شئی لو ظہر انہ روی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم وھل یقال کذا لک فی حق الاضحیۃ لغير الحجاج - ولم ارہ والظاہر نعم لان اختلاف المطالع انما لہم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف

الاضحية فالظاهر انما كالأوقات الصلوة يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزى الاضحية في اليوم الثالث عشر وان كان على روياء غيرهم هو الرابع عشر" (رد المحتار: ۲/ ۳۹۴) (ترجمہ: فقہاء کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حج میں اختلاف مطالع معتبر ہے پس ایک شہر پر کوئی شئی لازم نہیں اگرچہ دوسرے شہر میں ان سے ایک دن قبل چاند کی رویت ہو چکی ہو اور کیا یہ امر غیر حاجی کے قربانی کیلئے بھی ہے میں نے اس کو نہیں دیکھا مگر اس لئے کہ اختلاف مطالع رمضان المبارک میں اس لیے معتبر نہیں کہ وہاں صوم کا تعلق مطلق رویت سے ہے۔ اور یہ قربانی کے حکم کے خلاف ہے پس ظاہر ہے کہ یہ اوقات صلوة کی طرح ہے کہ ہر قوم اپنے وقت کے مطابق اس عمل کو لازم رکھے پس قربانی ۱۳ ذی الحجہ کو بھی جائز ہے اگرچہ غیروں کا ۱۴ ذی الحجہ ہو۔ صریح جزئیہ نہیں دیکھا ہے مگر ظاہر یہ بھی حج کی طرح ہے۔

الجواب: مگر علامہ صاحب کی یہ تفریق ظاہر مذہب کے خلاف ہے اس لیے کہ علامہ "ھصکئی" اور دیگر محققین احناف عمومی اور اطلاق الفاظ سے لا اعتبار لا اختلاف المطالع لکھتے ہیں اور اس کو ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قرار دیتے ہیں جبکہ ان الفاظ کی تقسیم سے کوئی فرق بین رمضان وعید الاضحیٰ معلوم نہیں ہوتا۔ دونوں اس میں برابر ہیں۔ اسلئے علامہ صاحب کا یہ کہنا کہ یفہم من کلامہم کہ یہ فقہاء کے بیان سے سمجھ میں آیا گیا ہے درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔ (۲) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بھی جب علامہ صاحب کی اس تفریق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب دیا کہ قیاس تو مقتضی ہے اس کو کہ اختلاف مطالع معتبر ہو مگر حنفیہ نے بنا پر قول علیہ السلام لا نکتب ولا تحسب (الحدیث) اس کا اعتبار نہیں کیا کہ خالی حرج و رعایت قواعد ہیئت سے نہ تھا پس مقتضی حدیث مسطور کا یہ ہے کہ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر نہ ہو نہ قبل وقوع عبادت نہ بعد وقوع عبادت بلکہ ہر مقام کی رویت ہر مقام کیلئے کافی ہو جائے چنانچہ قبل وقوع تو بظاہر مفہوم ہوتا ہے مگر رائے ناقص میں وہ اعتبار اختلاف کا نہیں۔ لا اطلاق الحدیث بلکہ عمل اس حدیث پر ہے، الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحیٰ یوتضحون (الحدیث) چنانچہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ حج میں اس کو دلیل ٹھہرایا "حيث قال وفي الامر بالا

عادة حرج" اور علامہ شامیؒ نے ہر چند کہ بناء عدم قبول شہادت کے اعتبار اختلاف مطالع پر ٹھہرائی ہے مگر اسکو کسی نے صراحة نقل نہیں فرمایا۔ بلکہ یفہم من کلامہم کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے کلام سے یہ اعتبار مستخرج ہوتا ہے تو اصل حنفیہ کے نزدیک کل جگہوں میں عدم اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرا "کما ہو ظاہر من من اطلاقاتہم" اور استنباط علامہ شامیؒ کا مسئلہ اضحیہ میں اسی بناء پر ہے کہ انہوں نے عدم قبول شہادت کو بعض مسائل حج میں مبنی بر اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرایا حالانکہ عند التامل یہ امر غیر صحیح۔ بہ بلکہ اس بناء اس کے عدم قبول کی وہی حرج ہے۔ پس جب بناء ہی صحیح نہیں تو مبنی کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے خصوصاً جب کہ کتب مذہب کے خلاف ہو " (امداد الفتاویٰ ۲/ ۱۰۸) اس لیے علامہ ابن عابدین کی یہ تفریق ظاہر مذہب کے خلاف معلوم ہوتی ہے جو کہ صحیح نہیں بلکہ روزہ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں کوئی فرق نہیں سبب کیلئے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔

میری ناقص رائے: جملہ بحث و نظر سے معلوم ہوا کہ ترجیح اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کو ہے مگر یہ حکم تمام دنیا کیلئے نہیں بلکہ یہ مخصوص ہے ان علاقوں کے ساتھ جہاں ایک دن سے زیادہ کا فرق نہ آتا ہو جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: "وینبغي ان يعتبر اختلافها ان لزوم التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد لان نصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها فيما دون اقل العدد ولا في ازید من اکثره" (فتح الملمح ۳/ ۱۳) ترجمہ: مناسب ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ان مقامات میں کیا جائے جہاں ایک دن سے زیادہ کی تفاوت ہو اس لیے کہ نصوص اس بارے میں مصرح ہیں کہ مہینہ ۲۹-۳۰ دن کا ہوتا ہے اس لیے اس شہادت کو نہ قبول کیا جائے اور نہ عمل کیا جائے جو اقل ایام شر سے کم میں ہو یا اکثر ایام شر سے زیادہ ہو لہذا جن ممالک میں اتنی تفاوت ہو کہ ان کے مابین ۱۲ یا ۱۰ گھنٹے یعنی شب و روز کا فرق موجود ہو (جیسے پاکستان و امریکہ وغیرہ) تو اختلاف مطالع کو اعتبار دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اس لئے کہ اتنے بعد والے ممالک میں ایک دن سے زائد کا فرق آسکتا ہے۔ اس نا لائق طالب علم کی یہ تحقیق ہے باقی علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ قرآن و سنت اور مذاہب اربعہ کے مفتی بہ مذہب کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں جو وحدت امت کا ذریعہ بنے۔ (ہذا مآظہر لی واللہ اعلم وعلمہ اتم)